مسئلہ متعہ

مولانا محمد یوسف صاحب

(بسلسلہ گذشتہ)

ابن عباسؓ کا مسلک اب ہم امر دوم یعنی حضرت ابن عباسؓ کے رجوع کے مسئلے پر بحث کریں گے، لیکن اس بحث سے قبل یہ امر ملحوظ خاطر رہے، کہ متعہ کے بارے میں روایات مختلفہ کا منشار متعین کرنے میں صحابہؓ مختلف ہو گئے ہیں، ابن عباسؓ کا خیال یہ تھا کہ رخصت کے احکام شدید ضرورت کے لیے تھے، اور نہی کا حکم ضرورت نہ رہنے کی حالت کے لیے تھا، اس لیے ضرورت اور شدید حالت اضطرار میں رخصت کے احکام ہمیشہ کے لیے معمول رہیں گے، اور ضرورت کے ماسوائے دیگر حالات میں نہی کے حکم پر دائماً عمل درآمد کیا جائے گا، اس کے برخلاف جمہور صحابہؓ کی رائے یہ تھی کہ رخصت کا حکم اباحت کے لیے تھا، اور نہی کا حکم اس اباحت کو منسوخ کرنے کے لیے دیا گیا تھا لہٰذا نہی کے حکم سے متعہ تمام حالات میں منسوخ ہو کر ہمیشہ کے لیے حرام رہے گا۔ اسی اختلاف کی بنار پر دوسری صدی ہجری کے آغاز تک یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا۔ اور اختلاف کی نوعیت یہ تھی کہ آیا یہ قطعی حرام ہے تمام حالات میں۔ یا اس کی حرمت مردار اور خنزیر کی سی ہے، جو بحالت اضطرار جواز سے بدل سکتی ہے؟ پہلی بات کے قائل جمہور صحابہؓ وتابعینؒ تھے۔ اور دوسری بات کے قائل ابن عباسؓ اور ان کے ہمنوا علمار کرام تھے۔ امام المفسرین، والمحدثین حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے سلف کے مذاہب کو اپنے رسالۃ الانصاف فی سبب الاختلاف میں اس طرح نقل کیا ہے قال

ومنہا اختلافہم فی الجمع بین المختلفین اختلاف کے اسباب میں سے ایک ان کا اختلاف رائے ہے دو مختلف مثالہ رخص رسول اللہ صلعم فی المتعۃ احادیث کے جمع کرنے کے بارے میں، اس کی مثال یہ ہے کہ جنگ خیبر عام خیبر ثم نہی عنہا، ثم رخص فیہا حضورؐ نے متعہ کی اجازت دی تھی پھر اس سے ممانعت فرمائی۔ پھر

عام اوطاس، ثم نهى عنها، فقال ابن عباسؓ كانت الرخصة للضرورة والنهى لانقضاء الضرورة والحكم باق على ذالك وقال الجمهور كانت الرخصة اباحة والنهى نسخا لها اهـ ص ۱۵"

جنگ اوطاس کے زمانے میں دوبارہ اجازت عطا فرمائی پھر اس سے منع فرما دیا، (ان مختلف روایات میں جمع کرنے اور تطبیق دینے کے لیے) ابن عباسؓ یہ فرماتے ہیں کہ رخصت ضرورت کی بناء پر دی گئی تھی۔ اور جب ضرورت نہ رہی، تو نہی کا حکم دیا گیا اور یہی حکم اسی طرح بحال رہے گا" (یعنی ضرورت کی حالت میں متعہ جائز ہوگا) اور جمہورؒ کی رائے یہ ہے کہ رخصت بطور اباحت تھی جس کو ممانعت نے آکر ہمیشہ کے لیے منسوخ کر دیا"

رجوع ابن عباسؓ کی تحقیق ہمارے لیے ابن عباسؓ کا رجوع ایک لاینحل معمہ بن گیا ہے۔ علماء امت میں سے ایک بہت بڑی جماعت نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ جب تک ابن عباسؓ کو نہی کی روایات نہیں پہنچی تھیں۔ ابن عباسؓ حالت اضطرار میں جواز متعہ کا فتویٰ دیتے رہے۔ اور جب نہی کی روایات ان کو پہنچیں تو جواز کے فتوے سے رجوع کر کے دیگر صحابہؓ کے ساتھ حرمت قطعی فی جمیع الاحوال پر متفق ہو گئے۔ اور صحابہؓ ہی کے زمانے سے اسی طرح مسئلہ اجماعی شکل میں منقول ہوتا چلا آیا ہے لیکن،

بعض دوسرے علماء کا خیال یہ ہے کہ ابن عباسؓ کا رجوع صحیح نہیں ہے۔ بلکہ وہ خود اور ان کے دیگر ہمنوا علماء اور شاگرد اپنے فتوے اباحت پر تا زیست قائم رہے ہیں۔ اور یہ مسئلہ دوسری صدی ہجری کے آغاز تک اختلافی رہا ہے۔ اس کے بعد اہل سنت کے تمام علماء اس پر متفق ہو گئے۔ اور جواز بحالت اضطرار کا مسلک رد کر دیا گیا۔

میں نے اپنی کوتاہی نظر اور علمی بے بضاعتی کے باوجود حسب مقدور جتنی اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے اس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں، کہ مؤخر الذکر علماء کا قول دلائل کے لحاظ سے زیادہ صحیح ہے اور یقیناً ابن عباسؓ کا رجوع پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچا ہے۔ بلکہ واقعات پر نظر رکھنے سے یہ صاف نظر آتا ہے کہ ابن عباسؓ بڑی مضبوطی سے خلافت راشدہ کی دور کے بعد بھی اپنے قول پر آخری وقت تک قائم رہ چکے ہیں۔ یہاں تک کہ عبداللہؓ بن زبیر نے تو انھیں اپنے دور خلافت میں سنگسار

کرنے تک کی دھمکی بھی دے دی، مگر وہ رجوع کے لیے تیار نہ ہوئے۔

اصرار کی وجہ ابن عباسؓ کو اس رائے پر اصرار اس لیے نہیں تھا کہ انہیں نبی کی روایات پہنچی نہ تھیں، جیسا کہ پہلے گروہ کا خیال ہے۔ کیونکہ حضرت علیؓ، اور ابن زبیرؓ کے ذریعہ یہ روایات اُنہیں پہنچی تھیں۔ بلکہ یہ اصرار صرف اس بنا پر تھا کہ نبی کی روایات کا ان کے نزدیک محل الگ تھا۔ اور رخصت کی روایات کے لیے الگ۔ چنانچہ سعید بن جبیر نے جب اُنھیں فتوے کے نتائج سے آگاہ کر دیا۔ تو وہ فرمانے لگے کہ "میں نے یہ فتویٰ نہیں دیا ہے، اور متعہ مضطر لوگوں کے علاوہ کسی کے لیے حلال نہیں ہے"۔

اَب جب کہ رجوع اختلافی ہوا تو ضروری ہے کہ وہ دلائل ذکر کیے جائیں جن سے مقدم الذکر علماء نے رجوع پر استدلال قائم کیا ہے۔ ساتھ ساتھ وہ تنقیدات بھی ذکر کی جائیں جو موخرالذکر علماء کی طرف سے اُن پر کی گئیں ہیں، تاکہ اس بارے میں ایک ناظر کے لیے صحیح رائے قائم کرنے میں دشواری نہ رہے۔

جن علماء کی رائے میں ابن عباس کا رجوع محقق ہے۔ اُن میں قاضی عیاضؒ، علامہ خطابی صاحب ہدایہ اور محقق ابن الہمام بھی شامل ہیں۔ یہ حضرات اپنے دعوے رجوع کو ثابت کرنے کے لیے جب ذیل دلائل پیش کرتے ہیں

رجوع کے قائلین کے دلائل اور ان پر تنقید "فی صحیح مسلم ان علیاًؓ سمع ابن عباس یلین فی متعۃ النساء فقال مہلاً یا ابن عباسؓ! فانی سمعت رسول اللہ صلعم نہی عنہا یوم خیبر" صحیح مسلم میں یہ روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ابن عباس سے سنا کہ وہ متعہ کے بارے میں نرمی کرتے تھے، تو حضرت علیؓ نے ان سے کہا۔ ابن عباس! یہ نرمی چھوڑ دو! میں نے خود آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ خیبر کے دن آپ نے متعہ سے ممانعت فرمائی تھی" فتح القدیر ج ۳ ص ۱۵۱

اس دلیل پر محقق ابن ہمامؒ نے خود یہ تنقید کی ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ جو کچھ ثابت ہو سکتا ہے۔ تو وہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے ابن عباس سے یہ کہا تھا کہ تم فتوے اباحت سے باز آؤ! رہا یہ کہ انھوں نے رجوع بھی کیا تھا۔ تو اول اس روایت میں رجوع کا اصلاً ذکر نہیں ہے۔ ثانیاً، عبداللہ ابن زبیر اور ابن عباس کی وہ گفتگو جو ابن زبیرؓ کے دور خلافت میں دونوں کے درمیان میں مکہ معظمہ میں ہوئی ہے

وہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ حضرت علیؓ کے منع کرنے سے ابن عباسؓ اپنے خیال سے باز نہیں آئے تھے۔ ورنہ حضرت علی کی وفات کے بہت بعد ابن عباسؓ کو ابن زبیرؓ کی جانب سے سرزنش کرنے کی نوبت پیش نہ آتی۔ تنقید کے الفاظ درج ذیل ہیں:

وهذا ليس صريحا في رجوعه بل في قول علي له ذلك ويدل على انه لم يرجع حين قال له علي ذلك ما في صحيح مسلم عن عروة ابن الزبير، ان عبد الله بن الزبير قام بمكة فقال ان ناسا اعمى الله قلوبهم كما اعمى ابصارهم يفتون بالمتعة، يعرض برجل فناداه فقال انك لجلف جاف فلعمري لقد كانت المتعة تفعل في عهد امام المتقين يريد به رسول الله صلعم، فقال ابن الزبير فجرب بنفسك فوالله لئن فعلتها لارجمنك باحجارك (الحديث) ولا نزدد في ان ابن عباس هو الرجل المعرض به وانما كان ذلك في خلافة ابن الزبير وذلك بعد وفاة علي، فقد ثبت انه مستمر القول على جوازها ولم يرجع الى قول علي.

اھ فتح القدير ج ۳ ص ۱۵۱

یہ روایت ابن عباس کے رجوع میں صریح نہیں ہے بلکہ اس میں جس چیز کی تصریح ہے وہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے ابن عباس سے یہ کہا تھا کہ تم اپنے خیال سے باز آجاؤ۔ رہا رجوع! تو مسلم کی وہ روایت جس میں یہ آتا ہے کہ مکہ معظمہ میں ایک دن ابن زبیر نے اپنے دوران قیام میں کھڑے ہو کر کہا کہ یہاں کچھ لوگ ایسے موجود ہیں، جن کے دلوں سے اللہ تعالیٰ نے نورانیت سلب کی ہے۔ جیسے کہ ان کی آنکھوں سے ظاہری بینائی زائل کی ہے۔ یہ لوگ متعہ کے جواز کا فتوےٰ دینے لگے ہیں۔ عروہ کہتے ہیں کہ اس سے غرض ابن عباس پر تعریض کرنی تھی۔ اس پر ابن عباس نے ابن زبیرؓ کو آواز دے کر کہا کہ تم بڑے سخت مزاج اور کم علم آدمی ہو، میں اپنی بقاء کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ متعہ آنحضرت صلعم کے زمانے میں کیا جاتا تھا جو تمام دنیا کے متقیوں کے پیشوا اور امام ہیں، اس پر ابن زبیر نے کہا۔ اچھا تو اپنے آپ تجربہ کر کے دیکھو خدا کی قسم اگر تو نے یہ فعل کر لیا۔ تو میں تجھے سنگسار کروں گا۔ یہ روایت صاف دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ حضرت علیؓ کے کہنے سے ابن عباس اپنے خیال سے باز آئے نہیں تھے کیونکہ یہ گفتگو ابن زبیر کی خلافت کے دور میں ہوئی تھی۔ جو حضرت علیؓ کی وفات کے بہت بعد ہے۔ اس لیے ثابت ہوا کہ ابن عباس اپنے قول پر قائم رہے تھے

نہ کہ حضرت علیؓ کے قول کی طرف راجع ہوئے۔"

دوسری دلیل جو یہ حضرات اپنے دعوے رجوع کے ثبوت کے لیے پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے

۲۔ عن ابن عباس انہ قال انما کانت المتعۃ فی اول الاسلام کان الرجل یقدم البلد لیس لہ بہا معرفۃ فیتزوج المرأۃ بقدر ما یری انہ یقیم فتحفظ لہ متاعہ وتصلح لہ شانہ حتی اذا نزلت الآیۃ الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم الآیۃ قال ابن عباس فکل فرج سواہما فہو حرام

ابن عباس فرماتے ہیں، کہ متعہ ابتداء اسلام میں ایسی حالتوں میں جائز تھا۔ جب کوئی آدمی کسی ایسے شہر یا گاؤں میں جاتا جہاں کسی سے اس کی معرفت نہ ہوتی۔ تو وہاں مدت قیام تک کسی ایسی عورت سے نکاح (متعہ) کرتا۔ جو اس کے لیے سامان کی حفاظت اور دیگر معاملات کی اصلاح کا کام کرتی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی الا علی ازواجہم تو ابن عباس نے کہا۔ بیوی، اور لونڈی کے ماسوا سب عورتیں حرام ہیں۔"

رواہ الترمذیؒ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۵۱

اس روایت میں ابن عباس کا رجوع صراحۃً مذکور ہے۔ مگر افسوس! کہ سند، اور مضمون دونوں کے اعتبار سے یہ روایت مجروح ہے۔ علامہ آلوسیؒ نے حسب ذیل دو وجوہ سے اس روایت پر تنقید کی ہے:-

اول یہ: ما ادری ما عنی باول الاسلام فان عنی ما کان فی مکۃ قبل الھجرۃ افاد الخبر انہا کانت تفعل قبل الھجرۃ الی ان نزلت الآیۃ فان کان نزولہا قبل الھجرۃ فلا اشکال فی الاستدلال بہا علی الحرمۃ لو لم یکن بعد نزولہا اباحۃ لکنہ قد کان وان عنی ما کان بعد الھجرۃ او انہا کانت مباحۃ اذ ذاک الی ان نزلت الآیۃ

معلوم نہیں ہے کہ ابن عباس نے اول اسلام سے کیا مراد لیا ہے؟ اگر ان کی مراد مکی زندگی کا دور ہو تو حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ ہجرت سے پہلے مکی دور میں متعہ نزول آیت کے زمانے تک مباح تھا۔ جب آیت نازل ہوئی تو حرام قرار پایا۔ اب اگر آیت بھی قبل از ہجرت نازل ہوئی ہوتی اور نزول آیت کے بعد متعہ مباح نہ ہوتا تو اس سے متعہ کی حرمت پر استدلال بغیر کسی اشکال کے صحیح ہوتا مگر یہ حقیقت ہے کہ متعہ آیت کے نزول کے بعد بھی مباح رہا ہے۔ اور اگر اول اسلام سے ان کی مراد ہجرت کے بعد مدنی زندگی کے اوائل عہد اور

كان ذلك قولا بنزول الآية بعد الهجرة وهو خلاف ما روي عنه من ان السورة مكية (وكذا الآية)

مطلب یہ ہو کہ اوایل ہجرت میں نزول آیت کے زمانے تک متعہ مباح تھا۔ اور جب آیت نازل ہوئی، تو حرام ٹھیرا تو یہ اس کا اعتراف ہے کہ یہ آیت مدنی ہے اور ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے حالانکہ ابن عباس ہی سے یہ منقول ہے کہ سورۃ اور آیت دونوں مکی ہیں نہ کہ مدنی۔

تنقید کی دوسری وجہ جو علامہ آلوسی نے ذکر کی ہے یہ ہے :

٢- او يقال ان هذا الخبر لم يصح و يؤيد هذا قول العلامة ابن حجر: حكاية الرجوع عن ابن عباس لم تصح

یا اس روایت کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ یہ صحیح نہیں ہے، اس کی تائید حافظ ابن حجر کے اس قول سے ہوتی ہے" کہ ابن عباس سے رجوع کا نقل صحیح اور ثابت شدہ نہیں ہے"

اهـ روح المعاني، ج ٥، ص ١٠۔

حاصل تنقید حاصل التنقید، یہ ہے کہ ابن عباس کی روایت مذکورہ بلحاظ مضمون قابل اعتماد ایک تو اس لیے نہیں ہے کہ ابھی تک اس امر کی تحقیق نہیں ہو سکی ہے کہ اس روایت میں اول اسلام سے مراد کیا ہے؟ ما قبل از ہجرت مراد لینے کی صورت میں، حرمت متعہ پر آیت سے استدلال صحیح نہیں رہتا ہے، کیونکہ متعہ نزول آیت کے بعد بھی مباح رہا ہے اور ہجرت کے اوائل مراد لینے سے آیت اور سورۃ کے مدنی ہونے کا اعتراف لازم آتا ہے۔ حالانکہ ابن عباس ہی نے تصریح کی ہے کہ سورت اور آیت دونوں مکی ہیں نہ کہ مدنی! دوسرے یہ روایت اس وجہ سے بھی قابل اعتماد نہیں ہے کہ اس میں یہ مذکور ہے کہ نزول آیت کے بعد ابن عباس اباحت سے رجوع کر کے حرمت کے قائل ہو چکے ہیں۔ حالانکہ یہ تمام ان روایات صحیحہ کے خلاف ہے جو پہلے گذر چکی ہیں جن میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے، کہ وہ آخری وقت تک فتوے اباحت پر قائم رہ چکے ہیں۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اس کی تائید حافظ ابن حجر کے اس قول سے بھی ہو سکتی ہے کہ "ابن عباس سے رجوع کا قول اور نقل صحیح نہیں ہے"۔

اسی طرح یہ روایت سند کے لحاظ سے بھی ضعیف ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری ج ۹ ص ۱۴۲ میں اس روایت کے متعلق لکھا ہے:"

واما ما اخرجه الترمذيؒ من طريق محمد بن كعب عن ابن عباسؓ قال انما كانت المتعة في اول الاسلام كان الرجل يقدم البلد (الحديث) فاسناده ضعيف وهو شاذ مخالف لما دوينا من علة اباحتها اھ (فتح الباری)

ترمذیؒ کی وہ روایت جو اس نے محمد بن کعب کے طریق سے ابن عباس سے نقل کی ہے۔ کہ متعہ صرف ابتداء اسلام میں مباح تھا جب کہ کوئی شخص کسی ایسے گاؤں میں جاتا، تو اس روایت کا اسناد ضعیف ہے۔ اور یہ شاذ ہے۔ بوجہ اس کے کہ یہ روایت ان صحیح روایتوں کے خلاف ہے جو ہم نے اباحت متعہ کی علت کے بارے میں نقل کی ہیں۔"

الحاصل: ابن عباس کے رجوع کے لیے جو مذکورہ بالا روایتیں پیش کی گئی ہیں۔ ان میں سے پہلی روایت اگرچہ صحیح ہے۔ مگر اس سے رجوع ثابت ہو نہیں سکتا ہے اور دوسری روایت میں اگرچہ ابن عباس کا رجوع مذکور ہے مگر وہ بتصریح محدثین صحیح نہیں ہے۔

ابن زبیرؓ اور ابن عباسؓ کی باہمی گفتگو سے رجوع پر استدلال بھی قابل تسلیم نہیں ہے۔ کیونکہ ابن عباس کا جواب، "انك جلف جاف" اور "لقد كانت المتعة تفعل في عهد امام المتقين" صاف بتا رہا ہے کہ ابن عباس نہ صرف یہ کہ اپنے خیال سے باز نہیں آئے بلکہ وہ اپنے مخالف کو علمی طریقہ سے سخت ڈانٹ دے رہے تھے کہ تم میں سوائے سخت مزاجی کے نہ حدیث رسول کے موقعہ و محل سمجھنے اور معلوم کرنے کا علم و بصیرت ہے۔ نہ فہم و فراست ہے۔ نہ حقیقت تقویٰ سے واقفیت! اس لیے اس سے بھی رجوع پر استدلال نہ صرف یہ کہ غیر ظاہر ہے بلکہ غیر صحیح بھی ہے۔

مذکورہ بالا دو روایتوں کے علاوہ ممکن ہے کہ اور بھی روایات ہوں، جن میں ابن عباس کا رجوع مذکور ہو یا ان سے رجوع پر استدلال کیا گیا ہو۔ مگر میری نظر سے نہیں گذری ہیں۔ تاہم تمام روایات رجوع کے متعلق اجمالاً ابن بطالؒ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ روایات ضعیف ہیں۔

قال ابن بطالؒ وروى عنه الرجوع باسانيد ضعيفة واجازة المتعة عنه اصح اھ

ابن بطالؒ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ سے ضعیف اسانید کے ساتھ رجوع بھی منقول ہے، مگر متعہ کی اجازت کا نقل ابن عباس سے زیادہ صحیح ہے۔" فتح الباری ج ۹ ص ۱۴۲

اس کے بعد علماء امت میں سے ان حضرات کی تصریحات پیش کی جاتی ہیں جن کی رائے میں ابن عباسؓ اور اس کے ہمنوا علماء کا رجوع، جوازِ متعہ بحالت اضطرار سے ثابت نہیں ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ ان کے رجوع کا مسئلہ اختلافی ہے نہ کہ متفق علیہ۔

حافظ ابن حجرؒ اور علامہ زرکشیؒ کی رائے جن علماء کے نزدیک ابن عباسؓ اور اس کے ہم خیال علماء کا رجوع ثابت شدہ نہیں ہے، ان میں سے ایک حافظ ابن حجرؒ اور دوسرے علامہ زرکشیؒ بھی ہیں ان دونوں بزرگوں کی رائے علامہ سید آلوسیؒ نے حسب ذیل الفاظ میں پیش فرمائی ہے:

قال العلامة ابن حجر ان حكاية الرجوع عن ابن عباس لم تصح بل صح كما قال بعضهم عن جمع انهم وافقوه في الحل لكن خالفوه في الاحكام فقالوا لا يترتب عليه احكام النكاح وبهذا نازع الزركشي في حكاية الاجماع فقال الخلاف محقق وان ادعى جمع نفيه اھ

روح المعانی ج ۱۸ ص ۱۰

"حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ ابن عباس سے رجوع کی حکایت اور نقل صحیح نہیں ہے (بلکہ صحیح یہ ہے کہ وہ اپنی رائے پر قائم رہے ہیں) اور بقول بعض علماء کے ایک ابن عباس ہی نہیں بلکہ دوسری ایک جماعت سے بھی یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچی ہے کہ اس نے ابن عباس کے ساتھ حلت متعہ میں اتفاق کیا ہے۔ خلاف صرف احکام میں کیا ہے۔ ابن عباس کا خیال یہ تھا کہ اس پر احکام نکاح بھی مرتب ہوں گے۔ اور دوسروں کا مذہب یہ ہے کہ نکاح کے احکام اس پر مرتب نہ ہوں گے، علامہ زرکشیؒ نے بھی نقل اجماع خلاف کرتے ہوئے کہا ہے کہ صحابہؓ کے مابین اس مسئلہ میں ثابت شدہ امر اختلاف ہے، نہ اتفاق! گو ایک جماعت نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ان کے درمیان میں اختلاف نہیں تھا بلکہ سب اس پر متفق ہو گئے تھے۔"

فتح الباری میں، مقام متعہ پر اس قول کی بہت تلاش کی گئی۔ مگر کہیں نہیں ملا۔ ممکن ہے کسی دوسری کتاب سے سید آلوسیؒ نے اسے نقل کیا ہو۔

(باقی)